''خطبہ جمعہ وعیدین عربی میں کیوں؟'' کا تنقیدی جائزہ

تحریر: ڈاکٹر محمد اظہار الحق شعبہ عربی، علوم اسلامیہ و تحقیق،
گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان

ذیل کا مضمون درحقیقت ایک مضمون کا علمی اور تنقیدی جائزہ ہے جو جنوری ۱۹۹۴ء کے مجلّہ ''منہاج'' دیال سنگھ لائبریری لاہور کے شمارہ ۱۲:۱ میں شائع ہوا۔ مضمون کا مرکزی موضوع یہ تھا کہ جمعہ وعیدین کا خطبہ عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں دینا جائز نہیں۔ مضمون نگار نے ائمہ احناف کے علاوہ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا متفقہ مسلک بھی یہی بتایا ہے(۱) فاضل مضمون نگار نے اپنے موقف کی تائید میں جو دلائل دیے ہیں ان میں بعض یہ ہیں کہ ''خطبہ سے مقصود وعظ ونصیحت اور تذکیر نہیں'' (۲) نیز کسی موقع پر حضور اکرم ﷺ سے یہ ثابت نہیں کہ عجمیوں کی رعایت کیلئے عربی خطبہ کا ترجمہ کر کے عجم کی زبان میں پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہو حالانکہ صحابہ کرامؓ میں فارسی، رومی اور حبشی اہل زبان بھی موجود تھے'' (۳) ذیل میں ذرا تفصیل سے اس مضمون پر تنقیدی نگاہ ڈالی گئی ہے۔

خطبہ کا لغوی مفہوم: مضمون نگار نے خطبہ کے مفہوم اور معنی پر گفتگو کرتے ہوئے سرسری طور پر گفتگو اور کلام کیا ہے جبکہ اہل لغت کے نزدیک اس کے مفاہیم اور اس کے استعمال کی طرف توجہ نہیں دی۔ حالانکہ لغت میں اس کا معنی اور مفہوم ہے ''وعظ کہنا' تقریر کرنا' لیکچر دینا اور حاضرین کے سامنے خطبہ پڑھنا'' (۴) خطب القوم وفی القوم' کے معنی ہیں' اس نے قوم کے سامنے تقریر کی (۵) اسی طرح ''الخطاب'' کے معنی ہیں ''مایکلم به الرجل صاحبه'' وہ (کلام) جس کے ذریعے کوئی اپنے ساتھی کے ساتھ بات کرے (۶) اس سے واضح ہوا کہ خطبہ نام ہے افراد قوم سے مخاطب ہو کر انہیں ان کی زبان میں پیغام دینے اور بات پہنچانے کا۔ صاحب بحرالرائق نے بالکل بجا طور پر خطبہ کے بارے میں کہا ہے کہ:

> ''ویخطب بعدھا بخطبتین۔۔۔ویعلم الناس فیھا احکام صدقة الفطر لانھا شرعت لاجله'' (۷)
>
> (پھر امام) اس کے بعد دو خطبے دے۔۔۔ اور ان میں لوگوں کو صدقہ فطر کے احکامات سکھائے کیونکہ یہ (خطبہ) اسی وجہ سے مشروع ہوا ہے۔

خطبہ کے شرعی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے مضمون نگار لکھتے ہیں ''شرع میں خطبہ کی اصل

حقیقت ''ذکر ہے'' اور دلیل کے طور پر سورۃ الجمعہ کی یہ آیت پیش کی ہے کہ:

''یٰاَیُّھَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡااِذَانُوۡدِیَ لِلصَّلٰوۃِمِنۡ یَّومِ الۡجُمُعَۃِ فَاسۡعَوۡااِلٰی ذِکۡرِاللّٰہِ''(۸)

(اے ایمان والو: جب جمعہ کے روز نماز (جمعہ) کیلئے اذان کہی جائے تو تم اللہ کی یاد (یعنی نماز و خطبہ) کی طرف چل پڑا کرو)

اور یہ ترجمہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کا دیا ہے مگر آگے چل کر مضمون نگار کے دیئے گئے مختلف حوالوں میں سے ''ذکر'' کے مفہوم میں صرف خطبہ رہ گیا ہے اور نماز اس سے ساقط ہوگئی ہے۔ یہاں بھی انہوں نے لفظ ''ذکر'' کی وضاحت نہیں کی ہے کہ ذکر کے کیا معنی و مفہوم ہے۔ غالباً ان کے نزدیک اردو زبان میں مروجہ لفظ ''ذکر'' کا جو مفہوم لیا جاتا ہے وہی انہوں نے لیا ہے۔ حالانکہ یہ لفظ قرآن میں کثرت سے استعمال ہوا ہے اور بہت سے معانی میں استعمال ہوا ہے۔ مثال کے طور پر سورہ یوسف (۱۰) وسورۃ الحجر (۱۱) میں قرآن کیلئے یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ سورۃ النحل میں اہل علم کیلئے ''اَھۡلَ الذِّکۡرِ'' (۱۲) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ سورۃ القمر میں نصیحت وہدایت کے معنوں میں آیا ہے۔ (۱۳) سورۃ طہٰ میں یاد الٰہی کے طور پر لفظ ''ذکر'' کو استعمال کیا گیا ہے۔ (۱۴) ان کے علاوہ بھی بہت سی قرآنی آیات میں مختلف مفاہیم کے ساتھ یہ لفظ آیا ہے۔ قرآن کے علاوہ عربی لغت میں بھی اس کی تفصیلی وضاحت موجود ہے۔ ابن منظور افریقی نے اپنی مشہور لغت (لسان العرب) میں اس کے جو معانی دیئے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''ذکر'' کا لفظ نسیان کا نقیض ہے۔ اس کے ایک معنی یاد کرنا یا درکھنا اور پڑھنا ہے۔ ابوالعباس کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ذکر نماز بھی ہے اور قرآن کا پڑھنا بھی۔ ذکر تسبیح پڑھنا بھی ہے اور دعا کرنا بھی اور ذکر شکر اور اطاعت کا بھی نام ہے۔ (۱۵)

جہاں تک نماز اور خطبہ کو ''ذکر'' کہنے کا تعلق ہے تو نماز کو ذکر اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے احکامات کو دہرا کر تازہ کیا جاتا ہے تا کہ اس سے نصیحت حاصل کی جائے اور ان احکامات وہدایات پر عمل کیا جائے۔ نماز میں قرات گویا کہ پانچوقتہ یاددہانی ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَلِذِکۡرِی'' (۱۶) اور میری یاد کیلئے نماز قائم کرو۔ خطبہ کو ذکر اس لئے کہا گیا ہے (جیسا کہ بعض مفسرین اور اہل علم نے بھی مراد لیا ہے) کہ آدمی اسے سن کر نصیحت حاصل کرتا ہے۔ ایسے احکامات کی یاددہانی کرائی جاتی ہے۔ مسائل بتائے جاتے ہیں۔ اور نصیحت اس سے تب ہی حاصل کی جاسکتی ہے جب اسے سننے کے ساتھ ساتھ سمجھا جائے اور پھر اسے عمل کے قالب میں ڈھال دیا جائے۔ ورنہ قرآن کے الفاظ ہیں:

''لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَاوَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ''(۱۷)

(ان کے دل ہیں لیکن ان کے ذریعے یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے، ان کی آنکھیں ہیں لیکن ان سے وہ دیکھتے نہیں۔ ان کے کان ہیں لیکن وہ ان سے سننا نہیں چاہتے۔ یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں)

ان تمام آیات قرآنی اور لفظ ''ذکر'' کی لغوی تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ نماز اور خطبہ تذکیر، نصیحت اور یاددہانی ہے۔ اور اجتماعی یاددہانی کیلئے نماز جمعہ کا اجتماع بہترین وقت ہے۔ اس میں عالم اور جاہل سب کیلئے تذکیر کا پہلو ہے۔ جاہل کی طرح عالم کو بھی یاددہانی کی ضرورت پڑتی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

''وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ''(۱۸)

اور آپ انہیں یاددہانی کرائیں کیونکہ یاددہانی مؤمنین کو فائدہ دیتی ہے۔

یہاں یہ بھی واضح ہونا چاہیئے کہ بے سوچے سمجھے خطبہ کو سننے سے فرض کی ادائیگی ہو جانا اور بات ہے اور حصول مقصد دوسری بات۔ قرآن کا بے سوچے سمجھے پڑھنا بھی باعث اجر ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ قرآن عظیم الشان کا مقصد نہیں پورا کرتا۔ بلکہ قرآن ہی کے الفاظ میں قرآن کے نازل کرنے کا مقصد اس کی توضیح کرنا اور سمجھ اور فکر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ''(۱۹)

(اور ہم نے تمہاری طرف ذکر اس لئے نازل کیا ہے تاکہ جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے اسے تم لوگوں کیلئے خوب واضح کر دو اور شاید کہ وہ اس پر غور فکر کریں)

خطبہ عربی میں کیوں؟

اس عنوان کے تحت مضمون نگار نے لکھا ہے خطبہ جمعہ کا اصلی رکن ہے اور اس سے مقصد محض اللہ کا ذکر ہے۔ خطبہ کی طرح تکبیر، ثناء، تعوذ، تسمیہ۔۔۔۔ سب ذکر اللہ ہیں اور بالاتفاق ان کلمات کو عربی زبان میں ادا کیا جانا ضروری ہے۔ دین اور سرکار کی زبان عربی ہے۔ اور بجا طور پر اجماع امت کا درجہ اسے حاصل ہے(۲۰) لطف یہ ہے کہ اس فکر کو اجماع ثابت کرنے کیلئے جتنے بھی دلائل دیئے گئے ہیں وہ سب اجماع کی نفی کرتے ہیں اور اختلاف کو ظاہر کرتے ہیں اور عربی کے علاوہ دیگر زبانوں میں نماز اور خطبہ کی ادائیگی کے جواز کو ثابت کرتے ہیں۔ وہ درمختار کے حوالے سے ابن عابدین کا یہ قول اجماع کے حق میں بطور دلیل دیتے ہیں:

''وعلی ھذا الخلاف الخطبۃ وجمیع اذ کار الصلوٰۃ'' (۲۱)

(اور یہی اختلاف خطبہ اور تمام اذ کارِ صلوٰۃ میں ہے)

اس اقتباس میں حقیقتاً اجماع کی تردید ہے نہ کہ تائید۔۔۔ دوسری دلیل امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کی دیتے ہوئے مضمون نگار لکھتے ہیں:

''امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ ملتی ہے کہ کسی ایک شخص کو جسے عربی پر قدرت حاصل نہ ہو اس کیلئے خطبہ اور نماز کو غیر عربی میں پڑھنے کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں اور صاحبین کا اس مسئلہ میں اپنے استاد امام سے اختلاف ہے'' (۲۲)

پھر اگلے صفحہ پر ابن نجیم کے حوالے سے (غالباً) امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یوں دیا ہے:

''وتجوز القراۃ بالفارسیۃ وبای لسان کان ویروی رجوعہ الی قولھما وعلیہ الاعتماد وھکذا فی الھدایۃ وفی الاسرار ھو اختیاری وفی التحقیق ھو المختار وعلیہ الفتوی کذافی شرح النقایۃ۔'' (۲۳)

(اور فارسی میں اور کسی بھی زبان میں قرات جائز ہے اور یہ بھی روایت کی گئی ہے انہوں نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا ہے اور اسی پر اعتماد ہے۔ اسی طرح ہدایہ میں اور الاسرار میں بھی ہے جسے میں نے اختیار کیا ہے اور التحقیق میں یہی مختار قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اسی طرح شرح نقایہ میں بھی ہے۔۔۔)

مندرجہ بالا اقتباس سے نہ صرف امام ابوحنیفہؒ کا خلاف ظاہر ہوتا ہے بلکہ ان کے نزدیک کسی بھی زبان میں قرات کرنا جائز ہے۔ صاحب ہدایۃ وغیرہ نے بھی یہی مسلک اختیار کیا ہے اور یہی ابن نجیم کا بھی مختار قول ہے۔ لیکن یہ تمام نقل کرنے کے بعد فاضل مضمون نگار یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں اور انہیں پھر بھی اصرار ہے کہ: ''امام صاحب کا راجح اور مفتی بہ قول یہ ہوا کہ عربی میں تکلم پر قدرت کے باوجود غیر عربی میں صلوٰۃ اور خطبہ کا قطعاً جواز نہیں'' (۲۴)

اس کے بعد صاحب مضمون لکھتے ہیں کہ ''ائمہ احناف کے علاوہ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبل کا متفقہ مسلک بھی یہی ہے''۔۔۔ لیکن اگلے ہی جملے میں جواز کا فتویٰ بھی جمہور فقہاء کے اتفاق کے حوالے سے دیتے ہوئے کہتے ہیں:

''البتہ کوشش کے باوجود جن لوگوں کو عربی میں تکلم کی قدرت حاصل نہ ہوسکے ان کیلئے عربی کے علاوہ جس زبان پر دسترس ہو وہ متعلقہ آیات اور کلمات کا مفہوم اسی

زبان میں ادا کریں اور اس طرح وہ اپنے خطبہ اور صلوٰۃ کو چھوڑنے کی بجائے ادا کرتے رہیں۔ اس پر جمہور فقہاء کا اتفاق ہے"(۲۵)

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ تمام فقہاء نے عربی میں خطبہ کو "من تحسن العربیۃ"، یعنی عربی زبان پر عبور، دسترس یا مہارت کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ عربی سمجھتے ہوں بلکہ ان کو عربی میں گفتگو پر مہارت بھی حاصل ہو۔ جبکہ جن لوگوں کو یہ مہارت حاصل نہ ہو ان کیلئے جمہور فقہاء اپنی زبان میں خطبہ کے جواز کے کم از کم قائل ہیں۔

جہاں تک مذاہب اربعہ کا تعلق ہے تو امام الجزری نے ان سب کا مسلک تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ احناف کے نزدیک خطبہ عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں دینا جائز ہے گو کہ خطیب کو عربی میں خطبہ دینے کا ملکہ ہو اور قطع نظر اس کے کہ لوگ عرب ہوں یا غیر عرب۔ حنابلہ کے نزدیک عربی دان کو عربی میں خطبہ دینا چاہیے، غیر عربی میں درست نہیں۔ تاہم اگر اسے عربی نہ آتی ہو تو جس زبان میں بھی اچھی طرح خطاب کر سکتا ہے اسی میں خطبہ دے۔ تاہم آیات قرآنی کو عربی میں ادا کرے۔ شافعیہ کے نزدیک تمام ارکان کا عربی میں ہونا شرط ہے جبکہ سامعین عرب ہوں۔ اگر لوگ عجمی ہوں تو ارکان خطبہ کا عربی میں ادا کرنا شرط نہیں۔ مالکیہ کے نزدیک خطبہ کا عربی میں ہونا شرط ہے اگرچہ لوگ عجمی ہوں اور عربی نہ جانتے ہوں(۲۶)

جہاں تک بحرالرائق کے حوالے سے ابن نجیم نے امام ابوحنیفہؒ کے اپنے قول سے رجوع کی بات کی ہے تو یہ بذات خود صیغہ مجہول (یُروٰی) میں کہی گئی ہے جو ابن نجیم کے نزدیک بھی زیادہ توجہ طلب نہیں۔ اور مجہول کے صیغے میں کی گئی بات تاریخ و ادب میں ویسے بھی کوئی زیادہ اہمیت نہیں رکھتی جب تک کہ اس کیلئے مضبوط دلیل اور ثبوت مہیا نہ کیا جائے۔

اپنے نقطہ نظر کے حق میں سیرت کے حوالے سے دلیل دیتے ہوئے مضمون نگار نے لکھا ہے:

> "یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ روم و فارس اور مختلف بلاد عجم کے لوگ حضرت کی مجلس میں شریک ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کی بعثت عامہ عرب و عجم کی طرف ہونے کے باوجود کسی موقع پر آپ ﷺ سے ثابت نہیں کہ عجمیوں کی رعایت کیلئے عربی خطبہ کا ترجمہ کر کے عجم کی زبان میں پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہو۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ میں فارسی، رومی اور حبشی اہل زبان بھی موجود تھے"(۲۷)

مگر اسی صفحہ پر مندرجہ بالا دلیل کا جواب بھی موجود ہے۔ مثلاً چند سطور قبل لکھتے ہیں کہ:

''نبی کریمؐ عربی النسل تھے اور مادری زبان عربی تھی۔ اسی وجہ سے دوسری زبانوں میں کوئی خطبہ ارشاد نہیں فرمایا اور آپؐ کے اول مخاطبین بھی عرب تھے'' (۲۸)

اسی صفحہ کے آخر میں ترجمان کی ضرورت پر لکھتے ہیں کہ

''اسلامی سلطنت کے ہر صوبہ میں متعین گورنر کے پاس ترجمان بھی ہوا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس ایک مستقل ترجمان تھا'' (۲۹)

اور یہ ظاہر ہے کہ گورنروں کے ہاں مترجمین کی ضرورت یا موجودگی کی وجہ اپنے پیغامات واحکامات لوگوں تک پہنچانا اور ان کی گفتگو اور کلام سے آگاہی حاصل کرنا تھا۔

ان دونوں باتوں سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ حضورﷺ کی اپنی زبان عربی تھی اور وہ اپنی ہی زبان میں خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ دوسری یہ کہ آپﷺ عربی کے علاوہ کسی اور زبان سے شناسا نہ تھے۔ جہاں تک عجمی مخاطبین کے موجود ہونے اور ان کیلئے خطبے کے ترجمہ کی ہدایت نہ فرمانے کا تعلق ہے، تو یہ واضح ہے کہ بلال حبشیؓ، صہیب رومی اور سلمان فارسی ایک عرصے سے عربوں کے غلام تھے اور وہ عربی زبان نہ صرف سمجھتے تھے بلکہ بولتے بھی تھے۔ ان کیلئے ترجمہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن جہاں حضورﷺ نے اہل عجم کیلئے ترجمہ کی ضرورت محسوس فرمائی تو ترجمہ کی اجازت فرمائی اور یہ خطبہ کیلئے نہیں بلکہ نماز تک کے لیے ترجمہ کی اجازت دی۔ امام سرخسیؒ مبسوط میں لکھتے ہیں:

''وابوحنیفۃؒ استدل بماروی ان الفرس کتبواالی سلمانؓ ان یکتب لھم الفاتحۃ بالفارسیۃ فکانوایقرء ون ذلک فی الصلوٰۃ حتی لانت السنتھم للعربیۃ'' (۳۰)

(امام ابوحنیفہؒ نے (فارسی وغیرہ کے جواز کیلئے) اس روایت سے دلیل لی ہے جس میں اہل فارس نے حضرت سلمان فارسیؓ کو لکھا کہ ان کیلئے سورۃ فاتحہ کو فارسی میں لکھا جائے۔ چنانچہ وہ اس وقت تک اسے نماز میں پڑھتے رہے جب تک کہ ان کی زبانیں عربی کیلئے نرم نہیں ہوئیں''

اور درایۃ میں اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب حضرت سلمان فارسیؓ نے اس کا ترجمہ لکھا تو حضورﷺ کے سامنے پیش کرنے کے بعد اسے بھیجا اور اس پر آپﷺ نے کسی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا (۳۱)

خلاصہ بحث

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ خطبہ لوگوں کو احکامات الٰہی کی یاددہانی اور وعظ و نصیحت کا ذکر ہے جسے سن کر لوگ دین کے معاملے میں رانمائی حاصل کرتے ہیں۔ خطبہ کا عربی زبان میں ادا کرنے پر اجماع امت کے بجائے اختلاف امت ہے بلکہ ایک ہی مسلک (حنفی) میں استاد اور شاگردوں کے درمیان بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ائمہ اربعہ میں سے مالکیہ کے سوا باقی ائمہ دوسری زبان میں خطبے کے جواز کے کم از کم قائل ہیں۔ جو اہل علم خطبے کے عربی زبان میں دینے کے قائل ہیں وہ بھی اسے عربی زبان میں دسترس اور مہارت کے ساتھ مشروط کرتے ہیں۔ چنانچہ جو عربی زبان میں مہارت نہیں رکھتے' ان کیلئے وہ اپنی اپنی زبانوں میں خطبہ دینے کو جائز سمجھتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ مجلّہ منہاج، جنوری ۱۹۹۴ء، ۱۲:۱، ڈاکٹر وحید الدین، خطبہ جمعہ و عیدین عربی میں کیوں؟، ص ۱۸۷

۲۔ ایضاً ص ۱۹۰

۳۔ ایضاً ص ۱۹۹

۴۔ ایضاً

۵۔ ابو الفضل عبد الحفیظ بلیاوی، مصباح اللغات، سعید ایچ ایم کمپنی، کراچی ۱۹۸۱ء مادہ ''خطب''

۶۔ لوئس معلوف، المنجد، المطبعۃ الکاثولیکیۃ، بیروت، مادہ ''خطب الخطاب

۷۔ بحر الرائق، ۲:۱۶۲

۸۔ قرآن، ۶۲:۹

۹۔ اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، بحوالہ المنہاج ۱۲:۱، جنوری ۱۹۹۴ء مضمون نگار ڈاکٹر وحید الدین

۱۰۔ قرآن، ۱۲:۱۰۴

۱۱۔ قرآن، ۱۵:۶

۱۲۔ قرآن، ۲۱:۷

۱۳۔ قرآن، ۵۴:۱۷

۱۴۔ قرآن، ۲۰:۱۲۷

۱۵۔ ابن منظور افریقی، لسان العرب، نشر ادب الحوزۃ، قم، ایران ۱۴۰۵ھ، ج:۴، مادہ ''الذکر''

۱۶۔ قرآن، ۲۰:۱۴

۱۷۔ قرآن، ۷:۱۷۹

۱۸۔ قرآن، ۵۱:۵۵

۱۹۔ قرآن، ۱۶:۴۴

۲۰۔ منہاج ۱۲:۱ جنوری ۱۹۹۴ء ص ۱۸۵

۲۱۔ ایضاً

۲۲۔ ایضاً

۲۳۔ ایضاً ص ۱۸۶

۲۴۔ ایضاً ص ۱۸۷

۲۵۔ ایضاً، مضمون نگار نے یہاں بحرالرائق، شامی، عالمگیری اور التبیین کے حوالے بھی دیئے ہیں۔

۲۶۔ الجزری، الفقہ علی مذاہب الاربعہ (اردو ترجمہ) شعبہ مطبوعات اوقاف، لاہور ۱۹۷۱ء، ۱: ۶۲۴۔۶۲۵

۲۷۔ منہاج، ۱۲: ۱، جنوری ۱۹۹۴ء، ص ۱۹۳

۲۸۔ ایضاً

۲۹۔ ایضاً

۳۰۔ محمد بن احمد السرخسی، المبسوط، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ۱: ۳۷

۳۱۔ الدرایۃ علی حاشیۃ الھدایۃ، ۱: ۱۰۲، بحوالہ المرغینانی، الھدایۃ، مکتبہ الشرکۃ العلمیۃ ملتان، ۱: ۱۰۲۔